وفیات

ڈاکٹر محمد عبداللہ*

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

مولانا ضیاء الدین اصلاحی (مرحوم)

دارالمصنّفین کا ایک تابندہ ستارہ

[دارالمصنفین شبلی اکیڈمی (اعظم گڑھ) کے ڈائریکٹر، ماہنامہ ''معارف'' کے مدیر مولانا ضیاء الدین اصلاحی مؤرخہ یکم فروری ۲۰۰۸ء بروز جمعہ بنارس میں سڑک کے ایک جان لیوا حادثے کا شکار ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ مرحوم کی دارالمصنفین سے پچاس سالہ رفاقت، معارف کی بیس سالہ ادارت اور خدمات پر مضمون پیش کیا جا رہا ہے]

سیرت النبی ﷺ (شبلی نعمانی) کا نام جب بھی ذہن میں آتا ہے تو لازماً دارالمصنفین کا خیال دل و دماغ میں نقش ہو جاتا ہے۔ اعظم گڑھ (ہند) میں قائم ہونے والا یہ ادارہ محض مولانا شبلی نعمانی کا خواب ہی نہ تھا بلکہ ہند کے مسلمانوں کے نشاۃ ثانیہ اور علمی احیا کی ایک تحریک تھی۔ دارالمصنفین کی تقریباً ۹۲ سالہ تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ خطہ علمی طور پر ابھی بانجھ نہیں ہوا، بلکہ ایسے اداروں نے ایسے رجال کار اور علما و مصنفین پیدا کیے جس کا خواب شبلی نعمانی مرحوم نے دیکھا اور جس کی عملی تعبیر ان کے شاگردِ رشید سید سلمان ندوی نے فراہم کی۔ اس ادارے نے وہ عظیم الشان اہلِ علم و دانش پیدا کیے اور انہوں نے وہ تہذیبی و تمدّنی اور تاریخی سرمایہ چھوڑا جس پر خطہ ہندوستان بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ (۱)

علامہ شبلی نعمانی کے خاکہ کے مطابق اس ادارہ کو علمی تحریک کا روپ دینے میں جن شخصیات نے اپنا خونِ جگر دیا، ان میں سید سلمان ندویؒ، مولانا معین الدین ندوی، مولانا عبدالماجد ندوی، مولانا ریاست علی ندوی، مولانا ابوظفر ندوی، مولانا عبدالسلام قدوائی، سید صباح الدین عبدالرحمٰن اور مولانا ضیاء الدین اصلاحی شامل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دارالمصنفین کے افق پر چمکنے والا ستارہ ہے، جس کی ضوفشانیوں سے ایک عالم منور ہو رہا ہے۔

مختصر حالاتِ زندگی

مولانا ضیاء الدین اصلاحی اعظم گڑھ (یو۔ پی) کے ایک چھوٹے سے گاؤں سہاریا (Sahara) میں نظام آباد کے قریب ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسۃ الاصلاح (سرائے میر) میں حاصل کی۔ آپ مولانا اختر احسن اصلاحی

کے شاگرد خاص تھے جو مولانا حمید الدین فراہی کے تربیت یافتہ تھے۔ ان کے بڑے بھائی مولانا قمر الدین اصلاحی مولانا امین احسن اصلاحی کے شاگرد تھے۔ مدرسۃ الاصلاح سے فراغت کے بعد مولانا ضیاء الدین اصلاحی ۱۹۵۷ء میں دارالمصنفین شبلی اکیڈمی (اعظم گڑھ) سے بطور رفیق (ریسرچ سکالر) وابستہ ہوگئے۔ اس وقت شاہ معین الدین ندویؒ اکیڈمی کے ڈائریکٹر تھے۔ تقریباً تیس سال رفیق کی حیثیت سے کام سرانجام دیا۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن کی ناگہانی وفات (۲) کے بعد ۱۹۸۸ء میں ضیاء الدین اصلاحی ڈائریکٹر (ناظم) کے عہدے پر فائز ہوئے جو تادمِ حیات اپنی ذمہ داریاں پوری جانفشانی سے ادا کرتے رہے۔ علاوہ ازیں مولانا ضیاء الدین مندرجہ ذیل علمی اداروں اور فلاحی تنظیموں سے وابستہ رہے۔

۱۔ ناظم (ڈائریکٹر) مدرسۃ الاصلاح (سرائے میر۔ اعظم گڑھ)
۲۔ ممبر مجلس منتظمہ ندوۃ العلماء (لکھنؤ)
۳۔ ممبر مجلس منتظمہ دارالعلوم تاج المساجد (بھوپال)
۴۔ ممبر مجلس منتظمہ جامعۃ الفلاح (اعظم گڑھ)
۵۔ ممبر مجلس عاملہ اردو اکیڈمی (یو۔ پی)
۶۔ ممبر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

بطور مصنّف وقلم کار:

مولانا ضیاء الدین اصلاحی کا قلم بہت رواں تھا۔ انہوں نے متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا۔ ان میں تفسیر، حدیث، فقہ، ترجمہ نگاری، سیرت وسوانح، تاریخ وادبیات شامل ہیں۔ تصنیف وتالیف میں اگرچہ زیادہ تر مقالات شامل ہیں جن پر ہم الگ سے بحث کریں گے۔ تاہم مندرجہ ذیل تصنیفات ان کے قلم سے نکلیں:

۱۔ تذکرۃ المحدثین: رجالِ حدیث مولانا کا پسندیدہ موضوع تھا۔ مذکورہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلدِ اول میں دوسری صدی ہجری کے آخر سے چوتھی صدی ہجری کے اوائل تک مشہور محدثین کے حالات اوران کی تصنیفات پر روشنی ڈالی گئی ہے، جبکہ دوسری جلد میں چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر سے آٹھویں صدی ہجری تک محدثین کا احاطہ کیا گیا ہے جبکہ تیسری جلد میں آٹھویں صدی ہجری سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی تک کے ممتاز صاحبِ تصنیف اور ہندوستانی محدثین کے حالات قلم بند کیے ہیں۔

۲۔ مسلمانوں کی تعلیم: ۲۲۶ صفحات کی اس کتاب میں اسلام میں تعلیم کی اہمیت، طریقہ تعلیم، مدارس کی اہمیت، ان کے نصابات میں اصلاح، مردوں اور عورتوں کے لیے عصری تعلیم کی ضرورت اور مولانا شبلی نعمانی کے تعلیمی نظریات پر بحث کی گئی ہے۔

۳۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں

۴۔ مولانا ابوالکلام آزاد

۵۔ایضاح القرآن

۶۔انتخاب کلام اقبال

مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے ملک میں متعدد علمی کانفرنسوں، سیمینار، اور تاریخ و ادبیات کی مجالس میں شرکت کی اوران میں مقالات پیش کیے۔ان کی عربی زبان وادب کی خدمات کے اعتراف میں حکومت ہند نے ۱۹۹۵ء میں انہیں ''پریذیڈنٹ آف انڈیا ایوارڈ'' سے نوازا۔یہ ایوارڈ بھارت کے صدر ڈاکٹر شنکر دیال شرما نے دیا۔

بطور ناظم دارالمصنفین شبلی اکیڈمی

مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے بطور ڈائریکٹر دارالمصنفین شبلی اکیڈمی نہایت جانفشانی سے کام کیا۔شبلی نعمانی کے خوابوں کو عملی تعبیر وتشکیل دینے میں اپنے پیش روں کے نقش قدم پر چلے۔نہ صرف یہ کہ اکیڈمی کی تصنیفات وتالیفات کی نشرواشاعت میں غیر معمولی تیزی آئی بلکہ انہیں کے دور میں دارالمصنفین قدیم پریس (لیتھو) سے جدید اور مشینی پریس (آفسٹ) پر منتقل ہوا جس سے طباعت کا معیار عمدہ ہوا۔علاوہ ازیں دارالمصنفین کا دیگر ملکی اور غیر ملکی اداروں سے تعاون وتعلق مزید پختہ ہوا۔بطور ناظم اس پلیٹ فارم سے موثر آواز اٹھائی اور ملکی اور بین الاقوامی امور پر مسلمانوں بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کے موقف کو خوبصورت انداز میں پیش کیا،فروری ۲۰۰۷ء میں جب شبلی اکیڈمی کی ویب سائٹ تیار ہوئی تو اس پر ازحد خوشی کا اظہار فرمایا۔

معارف اور ضیاء الدین اصلاحی

ماہ نامہ معارف (اعظم گڑھ) کا اجراء رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ / جولائی ۱۹۱۶ء کو ہوا۔سید سلمان ندویؒ اس کے پہلے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔اس اعتبار سے اس کی عمر ۹۲ سال ہوگئی ہے۔مجلّہ معارف کا شمار برصغیر کے قدیم علمی مجلّات میں ہوتا ہے۔سید سلمان ندوی نے مولانا شبلی نعمانیؒ کی ہدایات کے مطابق اس کا اجرا کیا۔نیز اسے ایک ضابطہ کار کا پابند بنایا اور اعتدال وتوازن اور توسیع پر مبنی اس نقطہ نظر کا نصب العین قرار دیا جس میں اپنی بنیادوں سے انحراف بھی نہ ہو اور زمانہ کی وسعتوں کا بھی احاطہ کیا جائے۔اس کی حیثیت برصغیر میں دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) کی ہے جس کے لکھنے والوں میں نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ عالمِ اسلام کی نامور شخصیات رہی ہیں۔مولانا ابوالکلام آزاد نے مجلّہ معارف کے بارے میں لکھا:

> ''معارف کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں،صرف یہی ایک پرچہ ہے اور ہر طرف سناٹا ہے۔الحمدللہ! مولانا شبلی مرحوم کی تمنائیں رائیگاں نہیں گئیں اور صرف آپ کی بدولت ایک ایسی جگہ بن گئی جو خدمت علم وتصنیف کے لیے وقف ہے۔''

عالمِ اسلام کے نامور محقق، مصنف ڈاکٹر حمید اللہ جو معارف کے تادمِ حیات معاون وقلم کار رہے، یوں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

> ''واقعہ تو یہ ہے کہ آج کل ساری دنیائے اسلام میں عرب ہو کہ عجم،کوئی اسلامی رسالہ اسلامیات پر اعظم گڑھ والے

معارف کے معیار کا نہیں۔ اوروں کے ہاں کاغذ اور طباعت بہتر ہوسکتی ہے، لیکن مضامین کے مندرجات میں علمی معیار بدقسمتی سے کچھ بھی نہیں۔ خدا معارف کو سلامت با کرامت رکھے۔ میں خود معارف میں جگہ پاؤں تو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتا ہوں۔'' (۳)

مولانا ضیاء الدین اصلاحی معارف (اعظم گڑھ) سے اگرچہ ۱۹۵۷ء سے وابستہ ہو گئے تھے تاہم بطور مدیر انہوں نے ۱۹۸۸ء سے ذمہ داری سنبھالی۔ ان کی پہلی تحریر فروری ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی اور آخری تحریر بطور مقالہ اکتوبر ۲۰۰۷ء میں شائع ہوئی۔ (۴)

ضیاء الدین اصلاحی نے اپنے پیش رو مدیروں سید سلیمان ندویؒ، شاہ معین الدین ندویؒ، عبدالسلام ندویؒ اور سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ کی طرح معارف کا معیار برقرار رکھنے میں دن رات محنت کی۔ خود ان کے قلم سے سینکڑوں مقالات نکلے اور ماہنامہ معارف کی زینت بنے۔ (۵) ان مقالات کا دائرہ کار بہت وسیع بھی ہے اور متنوع بھی۔ سب سے بڑھ کر مدیر کی ذمہ داری 'شذرات' قلم بند کرنا ہے جو بالعموم تین صفحات پر تین یا چار حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں جن میں کبھی تو ایک ہی موضوع اور کبھی مختلف پیراؤں میں مختلف موضوعات پر اظہارِ خیال ہوتا تھا۔ شذرات نہ صرف مدیر کے ذہن کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ معارف اور دارالمصنفین کی پالیسیوں کی بھی وضاحت کرتے ہیں۔ ان میں ملکی و علاقائی مسائل پر بھی اظہارِ خیال ہوتا ہے اور بین الاقوامی حالات پر بھی۔ بالخصوص مسلمانوں کے مسائل خواہ وہ ہندوستان کے ہوں یا بیرونِ ہندوستان کے، کھل کر بات کی جاتی ہے۔ چند شذرات پر نظر ڈالتے ہیں۔

عالمی سطح پر مسلمانوں کو جس طرح سازشوں اور دہشت گردی کا سامنا ہے، اس پر مدیرِ معارف نے یوں روشنی ڈالی ہے:

''اس وقت دنیا کا سب سے طاقت ور ملک امریکہ ہے۔ تلک الایام نداولھا بین الناس، اور ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جمہوریت اور امن عالم کا سب سے بڑا محافظ اور علم بردار سمجھتا ہے، جبکہ وہ جمہوریت کا سب سے بڑا قاتل ہے۔ خوف و دہشت انگیزی، انتشار اور بدامنی پھیلانا اور خون خرابہ کرانا اس کا مشن رہا ہے۔ اس کی آمرانہ اور استبدانہ پالیسی نے کئی کئی ملکوں میں جمہوریت کے منتخب نمائندوں کی حکومتیں قائم نہیں ہونے دیں اور ان کو راستے کا روڑا سمجھ کر کنارے لگا دیا اور اپنی پسند کے حکمران مسلط کر دیے اس طرح کی کٹھ پتلی حکومتوں سے جمہوریت کا خون ہی نہیں ہوا، بلکہ حکومت نے یقینی و بے اطمینانی کی کیفیت پیدا ہوئی، تشدد اور خلفشار مچا، قتل و خون ریزی سے ملک کے ملک تباہ ہو گئے اور امن و چین غائب ہو گیا اس وقت افغانستان و عراق میں اس کی چنگیزیت اور نادرگری سے یہی ہو رہا ہے۔'' (۶)

پاکستان اور ہندوستان کے درمیان خوش گوار تعلقات قائم کرکے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

''۱۹۴۷ء سے پہلے ہندوستان اور پاکستان ایک ہی ملک تھے، گو اب یہ دو ملک بن گئے ہیں اور ان کے درمیان سرحد حائل ہو گئی ہے، لیکن اس کی وجہ سے صدیوں سے قائم نہ علمی، تہذیبی اور ثقافتی تعلقات ختم ہو سکتے ہیں اور نہ اعزہ و اقارب کے دونوں ملکوں میں بٹ جانے سے خونی رشتے منقطع ہو سکتے ہیں۔ دونوں ملکوں کا فائدہ اسی میں ہے کہ یہ مل جل کر رہیں، ان کے تعلقات خوشگوار ہوں اور اپنے متنازع امور کو کسی اور ملک کی مداخلت کے بغیر خود ہی بات چیت کے

کر کے طے کرلیں اور آپس کے گلے شکوے، رنجشیں اور عداوت دور کرلیں تا کہ ہر قسم کی کش مکش، آویزش اور ٹکراؤ کا سد باب ہو سکے بلکہ دوستوں اور بھائیوں کی طرح امن وچین سے رہیں، یہی بات دونوں ملکوں کے حکمرانوں کو بھی سمجھ لینی چاہیے کہ امن مفاہمت اور بقا کے باہمی راستہ اختیار کرنے میں ان کی فلاح اور بھلائی ہے۔'' (۷)

مدیر معارف کو اس بات پر نہایت تشویش تھی کہ دار المصنفین کی کتابیں پاکستان اور دیگر ملکوں میں بلا اجازت چھپ رہی ہیں، علمی فائدہ اپنی جگہ اور کتب کی اشاعت خوب ہو رہی ہے، لیکن دار المصنفین جو ان کتب کی اصل ہے اور جس کے جملہ طباعی واشاعتی حقوق اس کے پاس محفوظ ہیں، وہ شدید طور پر مالی دشواریوں سے دوچار ہے اور وسائل نہ ہونے کی وجہ سے دار المصنفین کے بہت سے منصوبے ٹھپ ہو کر رہ گئے ہیں۔ شذرات میں مولانا ضیاء الرحمٰن اصلاحی نے بارہا مرتبہ اپنے اضطراب کا یوں اظہار کیا ہے۔

''ہم ان صفحات میں متعدد بار لکھ چکے ہیں کہ دار المصنفین کی کتابیں ہندوستان و پاکستان کے ناشرین غیر قانونی اور غیر اخلاقی طور پر شائع کر رہے ہیں، مگر ہماری چیخ وپکار کے باوجود وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔''

ایک اور شذرے میں لکھتے ہیں:

''دار المصنفین کی کتابوں کی ڈاکہ زنی اور قذاقی کا یہ سلسلہ ہندوستان اور پاکستان میں تو بہت عرصے سے جاری ہے لیکن اب عرب ملکوں میں بھی یہ سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ ان کتابوں کی جس قدر اشاعت اور ترجمے ہوں گے، اس سے ان کو خوشی ہوتی ہے لیکن ہندوستان کے اداروں اور مصنفین خصوصاً دار المصنفین کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ اس کے علم میں لائے بغیر اس کی کتابیں اس طرح چھپتی اور دوسری زبانوں میں ترجمے کی جاتی رہیں، اس سے تو وہ تباہی کے کنارے پر پہنچ جائے گا، اس لیے پاکستان اور عرب ملکوں یا دنیا کے کسی ملک اور زبان میں جو لوگ دار المصنفین کی کتابیں، یا ان کے ترجمے شائع کرنا چاہیں، ان کے لیے اس سے اجازت لینا، معاہدے اور معاوضے کی شرائط طے کرنا ضروری ہے۔ عرب ملکوں میں یہ ذمہ داری ڈاکٹر تقی الدین ندوی اور پاکستان میں سجاد الٰہی کے ذمہ ہوگی۔'' (۹)

الحمد للہ مدیر معارف کی اس توجہ کے بعد پاکستان میں دار المصفین کے ذمہ دار جناب سجاد الٰہی نے بھر پور طریقے سے کام کیا اور دو طریقوں سے دار المصنفین کی بھر پور معاونت کی۔ ایک تو وہ پبلشرز جو برس ہا برس سے دار المصنفین کی مطبوعات بالخصوص سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم شائع کر رہے تھے، ان سے معاملات کیے گئے اور کسی قدر رائلٹی دار المصنفین کے سپرد کی گئی۔ دوسرا اہم کام یہ کیا کہ ماہ نامہ معارف کی پاکستان میں وسیع پیمانے پر نشر واشاعت کے لیے چند دوستوں نے ملک کر بھر پور مہم چلائی اور دو سال کے اندر اندر اس وقت ۲۰۰ کی تعداد میں معارف علمی وتعلیمی اداروں اور افراد تک پہنچ رہے ہیں۔ علاوہ ازیں دار المصفین کی مطبوعہ کتب کو بھی وسیع پیمانے پر لائبریریوں اور دیگر خواہش مند افراد تک مناسب قیمت پر مہیا کرنے کا انتظام کیا گیا۔ (۱۰)

دار المصنفین نے ان کاوشوں کو بنظر تحسین دیکھا اور مدیر معارف نے شذرات میں یوں اظہار کیا:

''گزشتہ دو برسوں میں دار المصفین شبلی اکیڈمی کے کرم فرماؤں نے خاص طور پر تعاون کیا ہے۔ جلسہ انتظامیہ نے ان کے شکریہ کی منظوری دی۔ جناب سجاد الٰہی (لاہور) جناب شمس الرحمٰن اور پروفیسر ظفر الاسلام نے معارف اور

دارالمصنفین کی کتابوں کی توسیع میں بڑی دلچسپی لی۔'' (۱۱)

صرف ہندوستان ہی کے نہیں علمی واشاعتی ادارے جہاں کہیں بھی ہیں، دارالمصنفین نے ان اداروں کی حوصلہ افزائی کی ہے اوران سے ہمیشہ تعاون کیا ہے۔اقبال اکیڈمی لاہور کی بابت مدیر معارف نے لکھا:

''اقبال اکیڈمی پاکستان لاہور کا ایک فعال ادارہ ہے جو اقبالیات پر بلند پایہ کتابوں کی اشاعت کے لیے مشہور ہے۔علم دوستی کی بنا پر اس کی مطبوعات دارالمصنفین کے حصے میں بھی آتی ہیں (دس کتب کی فہرست) ان کتابوں کی اشاعت کے لیے ہم اکادمی کو مبارک باد دیتے ہیں، اور عطیے کے لیے اس کے شکر گزار ہیں۔'' (۱۲)

مدیر معارف پاکستان کے داخلی معاملات میں کس قدر دلچسپی رکھتے تھے، اس کا اندازہ جولائی ۲۰۰۷ء میں سانحہ لال مسجد و جامعہ حفصہ سے ہوتا ہے وہ اس سانحہ پر کس قدر دل گرفتہ تھے۔شذرات میں رقم طراز ہیں:

''گزشتہ مہینے پاکستان میں لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے آپریشن سائی لنس کا نہایت اندوہ واقعہ پیش آیا اور ایک صد سے زیادہ علوم دینیہ کے طلبہ وطالبات اور علما کی قیمتی جانیں گئیں۔یہ خون ریزی اور وحشیانہ کاروائی اور مسجد و مدرسے کی پامالی و بے حرمتی حکومت کی کوئی مجبوری نہیں تھی، مذاکرات اور بااثر لوگوں کو درمیان میں لاکر مسئلے کو حل کیا جا سکتا تھا۔اگر مسجد اور مدرسہ والوں کی انتہا پسندی اور سرکشی اتنی بڑھ گئی تھی کہ انہوں نے متوازی حکومت بنالی تھی، اس بنا پر یہ سخت اقدام ضروری ہو گیا تھا کہ تو کیا اس میں حکومت کی غفلت نہیں تھی، جس نے انہیں اتنی چھوٹ دے رکھی تھی، کہ وہ مسجد و مدرسہ کو اپنی باغیانہ سرگرمیوں کا مرکز بنا کر امن وقانون کو پامال کرنے لگے تھے؟ پاکستان اپنے دستور کی رو سے اسلامی مملکت ہے۔اس سے اسلامی قانون وشریعت کے نفاذ اور فواحش ومنکرات کے انسداد کا مطالبہ غلط نہیں تھا، غلط مطالبہ کا طریقہ تھا۔ضد، غلو اور تشدد سے مطالبات نہیں منوائے جاتے اور نہ زور وقوت سے برائیاں ختم کی جا سکتی ہیں۔اس کے لیے ذہن وکردار سازی کی جاتی ہے اور آئینی جمہوری اور پرامن طریقے سے رائے عامہ ہموار کیا جاتی ہے، مگر حکومت کی نیت ٹھیک نہیں تھی۔اس نے یہ جارحانہ کاروائی مغربی آقاؤں کی خوش نودی کے لیے کی تھی جس کی شاباشی اسے مل چکی۔فوج کشی اور ظلم وتشدد سے وقتی طور پر سکوں ہو جاتا ہے مگر آئندہ دبی ہوئی چنگاریاں بہت زور وشور سے بھڑکتی ہیں۔مشرف صاحب کے اس طرح کے ناروا اقدامات سے ان کی مشکلات بڑھتی جارہی ہیں۔'' (۱۳)

جیسا کہ قبل ازیں سطور میں بیان کیا جا چکا ہے کہ معارف علوم ومعارف کے اردو رسائل میں اپنی ایک شاندار تاریخ کا حامل ہے، اس کے معیار کے بارے میں مدیر معارف کے کیا خیالات تھے، ملاحظہ کیجیے:

''علامہ شبلی مرحوم نے دارالمصنفین سے معارف کے اجرا کا جو پروگرام بنایا تھا، وہ مولانا سید سلیمان ندوی کے ذریعہ روبہ عمل آیا اور جولائی ۱۹۱۶ء میں اس کا پہلا شمارہ نکلا اور الحمدللہ اس وقت سے اب تک یہ مسلسل بلاناغہ شائع ہو رہا ہے۔ ۹۰ سال تک اردو کے وہ بھی ایک سنجیدہ علمی اور تحقیقی رسالہ کا جس میں تمام دلچسپی کی چیزیں نہ ہوں، شائع ہوتے رہنا خدائے ذوالجلال کا فضل وکرم ہے۔معارف کا شروع سے جو بلند معیار و انداز رہا ہے، اسے قائم رکھنا مجھ جیسے کم مایہ کے لیے بہت مشکل ہے مگر ہمیشہ میری یہ کوشش رہی کہ اس کے معیار کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔اگر اس میں کچھ کامیابی ہوئی تو یہ تائید ربانی اور اہل علم ودانش کی اعانت سے ہوئی ہے، لیکن اب لوگ سہولت پسند ہو گئے ہیں اور محنت و پتہ ماری

سے گھبراتے ہیں۔ جن موضوعات پر قلم اٹھائے ہیں، ان کے اصل مراجع سے واقف نہیں ہوتے۔'' (۱۴)

مدیر معارف نے امسال ۱۴۲۸ھ (دسمبر ۲۰۰۷ء) کو حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ شاید اللہ تعالیٰ کو ان کی انسانی خطاؤں اور لغزشوں کی معافی مطلوب تھی اور بلندئ درجات مقصود تھی۔ فروری ۲۰۰۸ء کے شذرات سفر حج کے تاثرات و مشاہدات تھے۔ چند سطور ملاحظہ ہوں:

''حج کا یہ عالم گیر اجتماع امتِ مسلمہ کے مختلف طبقوں اور گروہوں کی وحدت اور یک رنگی کا عظیم الشان مظہر ہے۔ قوم و وطن، رنگ و نسل، جنس و زباں، لباس، ذوق و مزاج، یہاں تک کہ نماز کی بعض ظاہری صورتوں میں بھی اختلاف کے باوجود سب کی زبانوں پر لبیک لبیک کی صدائیں اور احرام کی چادریں سب کے جسموں پر ہوتی ہیں اور سب اللہ کے گھر پر نثار اور ایک امام کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، اختلاف میں وحدت کا یہ منظر حج کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کی کوئی مثال دوسرے مذہب میں معدوم ہے۔'' (۱۵)

معارف فروری ۲۰۰۸ء کے مذکورہ شذرات مدیر معارف کے آخری الفاظ ثابت ہوئے۔ شذرات کے آخر میں درج یہ الفاظ کس قدر دل دوز اور غم ناک ہیں:

''آہ کس دل سے اور کس قلم سے ناظرین معارف کو خبر دی جائے کہ ان شذرات کے پاک نفس اور پاک طینت لکھنے والے قلم کی ضیا پاشیوں سے وہ محروم ہوگئے ہیں۔ مدیر معارف اور ناظم دارالمصنفین مولانا ضیاء الدین اصلاحی اب مرحوم ہیں۔ یکم فروری کو وہ سڑک کے ایک حادثے میں سخت مجروح ہوئے اور ۲ فروری کی صبح اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔'' (۱۶)

سانحہ ارتحال

کل نفس ذائقة الموت کے مصداق پر ذی روح اور متنفس کو اس جہاں فانی سے رخصت ہوتا ہے لیکن بعض افراد اپنے پیچھے بہت بڑا خلا چھوڑ جاتے ہیں۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی بھی انہی شخصیات میں سے ہیں کہ یہ فرد کی موت نہیں بلکہ ایک جہاں اور تحریک کی موت ہے۔

یکم فروری ۲۰۰۸ء بروز جمعہ مولانا ضیاء الرحمٰن اصلاحی اپنی اہلیہ کے ہمراہ ایک ٹیکسی پر سفر کر رہے تھے کہ شام ساڑھے بجے کے قریب ان کی گاڑی کو حادثہ پیش آیا فوری طور پر اعظم گڑھ ہسپتال میں لے جایا گیا۔ وہاں سے نازک حالت کے پیش نظر بنارس ہندو یونیورسٹی میڈیکل کالج منتقل کیا گیا مگر وہ شدید زخموں کی تاب نہ لا سکے اور ۲ فروری بروز ہفتہ جاں جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) ندوۃ العلماء کے ریکٹر اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر مولانا سید رابع ندوی نے نماز جنازہ پڑھائی اور مولانا شبلی نعمانی کے پہلو میں دارالمصنفین کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔ تدفین بروز اتوار ۳ فروری ۲۰۰۸ء صبح ساڑھے دس بجے عمل میں آئی۔ مرحوم کے پس ماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ ان کی عمر ۷۱ برس تھی۔ مسلمانان پاکستان دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے۔ (۱۷)

اس طرح دارالمصنفین کے افق پر چمکنے والا تابندہ ستارہ پچاس برس سے زائد ضوفشانیوں کے بعد غروب ہوگیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ موت العالِم موت العالَم۔

توضیحات وحواشی

۱۔ دارالمصنفین کی تاریخ وخدمات کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر الیاس اعظمی، دارالمصنفین کی تاریخی خدمات، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ ۲۰۰۲ء؛ ڈاکٹر خورشید نعمانی، دارالمصنفین کی تاریخ اور علمی خدمات، دارالمصنفین، اعظم گڑھ انڈیا، ۲۰۰۳ء

۲۔ واضح رہے کہ معارف کے سابق مدیر سید صباح الدین عبدالرحمان بھی ۱۰ نومبر ۱۹۸۷ء میں حادثے کا شکار ہوئے۔

۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: حافظ محمد سجاد، معارف اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، فکر ونظر، خصوصی اشاعت، جلد ۴۰، ۴۱، اپریل۔ستمبر، ۲۰۰۳ء، اسلام آباد، ص: ۳۷۔۴۱۰

۴۔ پہلا مضمون ''امام ابوحنیفہ کی فقہ (ترکِ حدیث کے الزام کا جواب)'' فروری ۱۹۵۵ء، جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ میں شائع ہوا۔ آخری مضمون: ''مولانا روم، مولانا شبلی کی نظر میں''، اکتوبر، نومبر ۲۰۰۷ء دو اقساط میں شائع ہوا۔

۵۔ ۱۹۵۵ء سے ۲۰۰۷ء تک ۱۲۰ کے قریب مقالات معارف میں شامل ہیں، علاوہ ازیں مطبوعاتِ جدیدہ کا تعارف، اخبارِ علمیہ اور مختلف علمی اجلاسوں کی روداد کی ترتیب میں بھی زیادہ تر حصہ مدیر معارف ہی کا ہوتا ہے۔

۶۔ ضیاء الدین اصلاحی، شذرات، ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ)، جلد ۱۷۸، عدد ۵، نومبر ۲۰۰۶ء، ص: ۳۲۲۔

۷۔ ایضاً، جلد ۱۷۹، عدد ۲، فروری ۲۰۰۷ء، ص: ۸۲

۸۔ ایضاً، جلد ۱۷۹، عدد ۱، جنوری ۲۰۰۷ء، ص: ۳

۹۔ ایضاً، جلد ۱۷۹، عدد ۵، مئی ۲۰۰۷ء، ص: ۳۲۲، ۳۲۳

۱۰۔ دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اور ماہنامہ معارف کے ساتھ اخلاقی ومالی معاونت میں جہاں سجاد الٰہی صاحب نے سرگرمی دکھائی، وہاں ڈاکٹر حافظ محمد سجاد (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد) اور راقم الحروف بھی شامل ہیں۔ سجاد الٰہی کا پتہ ہے: ۲۷/۱ے، مال گودام روڈ، لوہا مارکیٹ، بادامی باغ، لاہور۔

۱۱۔ دارالمصنفین شبلی اکیڈمی کا دو روزہ اجلاس، یکم، دو ستمبر ۲۰۰۷ء، مزید دیکھیے، شذرات ماہنامہ معارف، جلد ۱۸۰، عدد ۳، ستمبر ۲۰۰۷ء، ص: ۱۶۳، ۱۶۴۔

۱۲۔ ضیاء الدین اصلاحی، شذرات، ماہنامہ معارف، جلد ۱۷۹، عدد ۱، جنوری ۲۰۰۷ء، ص: ۴

۱۳۔ ایضاً، شذرات، معارف، جلد ۱۸۰، عدد ۲، اگست ۲۰۰۷ء، ص: ۸۲، ۸۳

۱۴۔ ایضاً، شذرات، معارف، جلد ۱۸۰، عدد ۲، اگست ۲۰۰۷ء، ص: ۸۲، ۸۳

۱۵۔ ایضاً، ملاحظہ ہو دارالمصنفین کی ویب سائٹ۔ www.shibliacademy.org۔ واضح رہے مذکورہ ویب سائٹ افضال عثمانی نے فروری ۲۰۰۷ء میں ڈاکٹر اے عبداللہ (واشنگٹن) اور ڈاکٹر ظفر الاسلام خان (دہلی) کے تعاون سے تیار کی۔

۱۶۔ ایضاً شذرات جلد ۱۸۱، عدد ۲، ص: ۸۳، ۸۴